



امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

کی نظر میں

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش

خطیب مسجد البدر نیویارک

مکتبہ المدینہ لاہور

فیصل آباد پاکستان

یزید

امام ابن سیرین رحمہ اللہ

کی نظر میں

تالیف

مفتی شجاع محمد الدار دانش

خطیب مسجد البدر نیویارک

مركز الحرمين الاسلامي

فیصل آباد پاکستان

محفوظہ جميع الحقوق

ناشر _____ محمد جاوید ناصر

اہتمام _____ امام عبداللہ دانش

پبلشر _____ آفتاب صادق

طابع _____ رانا شہزاد افضل

ترتیب _____ انجینئر حافظ نعمان

تعداد _____ 11,000

کمپوزنگ _____ مرکز الحسین الاسلامی

الحسین اڈیشن _____ جنوری 2012ء

کتاب وسنت کی ترویج و اشاعت کیلئے

مصرف عمل

مرکز الحسین الاسلامی

ستیانہ روڈ فیصل آباد پاکستان

0092-0314-3010777

alharmain777@gmail.com

www.al-harmain.webnode.com

www.youtube.com/alharmain



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

کچھ لوگ شاید جان بوجھ کر یا بھولے پن سے یزید کی حمایت میں فکر مند محسوس ہوتے ہیں۔ یا امام ابن تیمیہؒ کے مختصر جملے سے دھوکہ کھاتے ہیں ”لَا نَسْبَهُ وَلَا نَحْبَهُ“ کہ نہ ہم اسے گالی دیتے ہیں، نہ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حالانکہ امام صاحب نے خود ہی آگے ذکر کیا کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اور کچھ علمائے امت اُس پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ مگر امام صاحب کا مسلک اعتدال کا ہے۔ یعنی وہ ادنیٰ کلام سے گریز کرتے ہیں۔ یہ عمومی طور پر شرفاء کا طریقہ ہوتا ہے کہ ہر حال میں زبان سے غیر معیاری بات نہیں نکالتے۔

باقی رہا کہ اس رویے سے کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ یزید سے عشق و محبت ضروری ہے، یہ پورے بیان سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ امام موصوف اس کے ذرا بھی قائل ہیں۔ اسی لئے ہم نے امام صاحب کے تفصیلی بیان ترجمہ کر دیئے ہیں۔

دوسرا پہلو

امام حسینؑ، اور یزید، صرف دو نام ہی نہیں ہیں۔ کہ ان کی شخصیات میں لوگ الجھتے رہیں۔ دراصل یہ دو کردار ہیں ظالم و مظلوم کے۔ جن کی ابتداء ہائیل و قاییل سے ہوتی ہے اور کبھی یہ داستانِ ظلم، ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی شکل میں، کبھی فرعون و کلیم کی صورت میں، کبھی بلہسی و مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں، کبھی امام ابو حنیفہؒ اور منصور عباسی کے روپ میں، کبھی امام مالکؒ اور ابو جعفر منصور کی صورت میں، کبھی امام احمد بن حنبلؒ اور مامون الرشید کے انداز میں، کبھی امام شافعیؒ اور ہارون الرشید کی صورت میں، کبھی ابن تیمیہؒ اور حاکم قاہرہ کے ڈھنگ میں، کبھی جمال عبدالناصر اور سید قطبؒ کی شکل میں،



کبھی مجدد الف ثانیؒ اور جہانگیر کے روپ میں، کبھی سید مودودیؒ اور غلام محمد کی صورت میں، الغرض، کشمکش حق و باطل ازل سے جاری ہے، قیامت تک جاری رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

انبیاء کرام اللہ کی طرف سے دہی انسانیت کے مداوا کیلئے آتے رہے، اور خود بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے۔ لیکن ظالم لوگ اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر ہمیشہ اہل حق پر ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے اور حکومت کے مزے لوٹتے رہے۔ انبیاء کرام کی بہترین جانشینی خلفائے راشدین نے کر کے دکھائی۔ دنیاوی لطیف حیات سے کنارہ کش ہو کر مخلوق خدا کو سکھ پہنچاتے رہے۔ خود روکھی سوکھی کھا کر خلق خدا کو اچھا کھلاتے رہے۔ ٹوٹے پھوٹے کچے مکانوں میں زندگی گزار دی، کوٹھیوں اور محلات سے نفرت کرتے رہے۔ عدل و انصاف کی مثالیں، رہتی دنیا تک قائم کر گئے۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت الٹا مقروض نکلے۔ کوئی جاگیریں نہ بنائیں نہ خزانے اپنوں کیلئے بھرے۔ بلکہ اپنوں کو محروم رکھا، دوسروں کو نوازتے رہے۔ ایسے ہی خدا ترس حکمران ہمیں درکار تھے، جنہیں ہم کھو بیٹھے اور آج تک پریشان ہی پریشان ہیں۔ غلامی کے ایسے خوگر ہوئے کہ ہر طرح کے حکمرانوں کے خوشامدی بن گئے۔ خود داری و عزت نفس سے محروم ہوئے، صرف اللہ کے نہ بن سکے برصغیر میں جب سے سرسید مرحوم اور ان کے ہم نواؤں نے یہ سوچا کہ مسلمان مغربی و سائنسی علوم پڑھیں گے تو ترقی کریں گے، ورنہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اس تعلیم جدید نے کفار کے نقش قدم پر چلنے والے حکمران پیدا کئے۔ جو اسلام سے برائے نام تعلق تو رکھتے ہیں لیکن نظامِ انبیاء کے بجائے نظامِ باطل کے علمبردار بن کے نکلے۔ کون ان میں سے حضرت ابو بکرؓ کے نقش قدم پر چلنے والا پیدا ہوا جو خلیفہ ہوتے ہوئے رات کی تاریکی میں ایک گھٹیا کی بیماری میں جکڑی ہوئی بڑھیا کی کنیا میں تن تنہا چھپ چھپا کر جائے، اس اپانج کا گندگی سے بستر صاف کرے، اسے کھانا کھلائے، اس کا پانی بھر آئے۔



کون ان جدید تعلیم یافتہ حکمرانوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کا نکلا، جسے راتوں کو نیند نہ آئے، دن کے اجالوں کے بجائے رات کے اندھیروں میں رعایا کی خبر گیری کرتا پھرے۔ پریشان حال مسافروں کے گھروں میں پہنچ کر ان کے روتے بچوں کو کھانا خود بنا کے کھلائے اور انہیں ہنسا کے آئے۔

دن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنتِ اہل دل فقر ہے، شاہی نہیں

کون ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح کا پیدا ہوا جو باہر سے آنے والوں کو بہترین کھانے کھلائے خود اندر سوکھی روٹی کھا کر گزارا کرے۔ جب قبر کا ذکر آئے تو زار و قطار روئے۔
کون ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا ہوا جو رات کی تاریکی میں محرابِ مسجد میں کھڑا ہو کر اپنی داڑھی پکڑے درد انگیز لہجے میں رو رہا ہو۔ اور کہہ رہا ہو! اے دنیا! کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے، یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین (3) طلاقیں دے چکا ہوں۔ جس سے رجعت کی گنجائش ہی نہیں۔ تیری عمر مختصر، تیری کامرانی حقیر، تیرے خطرات بڑے بڑے، آہ! زادراہ کتنا کم ہے، سفر کتنا لمبا ہے۔ راستہ کتنا سنانا ویران ہے؟

کوئی ان دنیا کے پجاری حکمرانوں میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسا دکھائے، جو اپنے وقت کی واحد سپر پاور تھا۔ اتنی بڑی مملکت کا حکمران ہو کر محل کے بجائے کچے اور ٹوٹے ہوئے مکان میں رہ کر حکمرانی کرتا ہو، ایک بیوہ عورت کو فہ سے اپنی جوان پانچ بچیوں کو لیکر دمشق پہنچی کہ خلیفہ سے بچیوں کا وظیفہ مقرر کروائے۔ جب وہ بیوہ خلیفہ کے گھر داخل ہوئی تو خستہ حالت دیکھ کر پریشان ہوئی کہ یہاں سے کیا ملے گا۔ اتنے میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فقیری لباس میں آئے، کنویں سے پانی نکال کر مٹی پر ڈال کر گارا بنانے لگے کہ گھر کی دیوار کی لپائی کریں۔

وہی اجنبی بیوہ، فرسٹ لیڈی فاطمہ رحمہ اللہ بیگم سے کہنے لگی۔ بہن! پردے میں ہو



جائیں یہ مزدور کام کر رہا ہے۔ بیگم نے بتایا! یہی خلیفہ ہیں۔ دور دراز سے آنے والی بیوہ کی خلیفہ نے دلداری کی اور بچیوں کے وظائف مقرر کر دیئے۔ وہ دعائیں دینے لگی۔ عدل و انصاف اتنا سستا اور عام ہوا کہ ان کے دور میں بھیڑیے اور کمریاں تک ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔ معاشی ترقی اتنی ہوئی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ امن و سلامتی کا یہ عالم کہ تین تہا عورت طویل سفر کر کے حج کو آئی، کوئی اس کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے والا نہ تھا، کوئی اسے لوٹنے والا نہ تھا۔ بے خوف و خطر مسافر سفر کرتے تھے کسی کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ رہا۔ خوفِ خدا کے بغیر انسان کو کوئی قانون اعلیٰ درجہ کا انسان نہیں بنا سکتا۔ دیانت و امانت، احساسِ ذمہ داری، عدل و انصاف، دوسروں کا احترام، عاجزی و انکساری، ہر ایک سے محبت، صرف خوفِ خدا سے پیدا ہوتی ہے۔ دل میں اللہ کی محبت اور اس کا ڈر بیٹھ جائے تو پھر ظاہری قوانین کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اندر کا ضمیر بیدار ہو تو سیدھے راستے پر چلنا آسان ہوتا ہے۔

لوگ روشن خیالی کے گردیدہ ہوئے، حالانکہ ضرورتِ روشن ضمیری کی ہے۔ دل میں اندھیرہ ہو جائے تو ظاہری اجالے کیا کریں گے۔ فخر کائنات حضرت محمد ﷺ اللہ سے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سِرِّيْ رَئِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَّتِيْ“

”اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا دے۔“

ہر خاص و عام کو یہ دعا پیش نظر رکھ کر، اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے زیادہ فکر، اپنی روح اور ذہن کی صفائی کی کرتے رہنا چاہئے۔ ظاہری حسنِ خاک میں خاک ہو جانے والا ہے۔ مگر حسنِ کردار بیڑے پار لگانے والا ہے۔ شخصیات کی پرستش کے بجائے وہ نظریہ اپنائیں، جس پر عظیم شخصیات نے اپنی جانیں قربان کر ڈالیں۔ نظریہ حیات جو حضور ﷺ سے ہمیں ملا، اس نظریے پر آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ آپ ﷺ کو لہو لہان کیا گیا۔ اسی راستے پر چلنا ہماری کامیابی کا راز ہوگا۔ باقی سارے راستے کھوٹے، اور منزل مقصود سے دور پھینکنے والے ہیں۔



یزید

امام ابن تیمیہؒ کی نظر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے معاملے میں اعتدال و توازن، لازم ہے۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی ساتھیوں، اور ان کے بعد والے محسنین کی تعریف فرمائی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ، وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ، ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ - وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ - كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَنَهُ فَازْرَهُ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سَوْكِهِ يَعْجِبُ الزُّرَّاعُ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا -

(سورہ الفتح: 29)

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (سورہ الفتح: 18)

کتب ستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے!

لا تسبوا اصحابی، فوالذی نفسی بیدہ، لو ان احدکم انفق مثل اُحد ذہبا، ما بلغ مدّ احدہم ولا نصیفہ

”میرے صحابہ کو برا نہ کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی کوہِ احد جتنا سونا خرچ کرے، تو وہ ان کے، ایک مدّ یا نصف مد کے درجے کو نہیں پہنچے گا۔ (مد 4 گیلن کا ہوتا ہے)

(باب مناقب الصحابہ رضی اللہ عنہم)

اہل السنۃ والجماعۃ اس متواتر روایت پر متفق ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت



ہوئی، نبی علیہ السلام کے بعد امت کے افضل شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیعت عثمان رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ

”خلافة النبوة ثلاثون سنة، ثم تصير ملكا“

”خلافت (نبوت کے طرز پر) تیس 30 سال تک ہوگی۔ اس کے بعد

بادشاہت ہوگی۔“ (رواہ ابوداؤد فی السنۃ، والترمذی فی الفتن)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”تم پر میری سنت لازم ہے، اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔ اسے مضبوطی

سے پکڑے رکھنا دین میں نئی نئی ایجادات سے بچتے رہنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

”وكان امير المؤمنين علي بن ابي طالب رضي الله عنه آخر الخلفاء

الراشدين المهديين“

”یعنی امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، خلفاء راشدین کے آخری خلیفہ ہیں، جو ہدایت

یافتہ میں سے تھے۔“

علماء اہل سنت، بڑے بڑے عبادت گزار، مسلمان حکمران اور فوجوں کے جرنیل،

اس بات پر متحد ہیں کہ خلفاء، ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ، پھر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے

دلائل و فضائل بہت ہیں۔ یہاں یہ موضوع نہیں ہے اسی طرح صحابہ کرام کے باہمی

اختلافات پر، ہمیں زبان بند رکھنی چاہئے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کے اختلافات میں

جھوٹ کی آمیزش بھی ہے۔ وہ مجتہد تھے۔ اگر ان کا اجتہاد درست تھا تو دہرا اجر پائیں

گے۔ اپنے نیک اعمال پر ثواب دیئے جائیں گے۔ ان کی خطائیں معاف کی جائیں گی۔

اللہ توبہ اور ان کی نیکیوں سے ان کی لغزشیں محو کر دے گا۔ کیونکہ وہ بہترین زمانے کے لوگ

تھے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”خير القرون قرنى الذى بعثت فيه ثم الذين يلونهم“



”سارے زمانوں میں، بہترین زمانہ میرا ہے جس میں مجھے نبی بنا کے بھیجا گیا۔ پھر ان کے بعد والا زمانہ دوسرے نمبر پر ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے اور اقرب الی الحق تھے، یعنی حق کے زیادہ قریب تھے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”مسلمانوں سے ہٹ کر، کچھ لوگ دین سے نکل جائیں گے، ان سے وہی گروہ جنگ لڑے گا جو حق کے بالکل قریب ہوگا۔“ (صحیحین)

اس حدیث سے یہ دلیل ثابت ہوئی کہ حق دونوں فریقوں میں ہوگا مگر علی رضی اللہ عنہ حق کے بالکل نزدیک ہیں۔

اب جو صحابہ کرام فتنہ قتال سے غیر جانب دار رہے، جیسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہما، انہوں نے اس نص کی پیروی کی، جس میں فتنے سے اجتناب کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ یہی اکثر ماہرین حدیث کا نظریہ ہے۔

حقوق اہل بیت:

- [1] آل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے حقوق ہیں، ان کا خیال کرنا بھی واجب ہے۔
 - [2] اللہ نے مال غنیمت میں ان کا خصوصی حق، پانچواں حصہ (خمس) مقرر فرمایا ہے۔
 - [3] رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ، ان کی آل پر بھی درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جو کہ ہم نمازوں میں درود ابراہیم پڑھتے ہیں۔
 - [4] آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔
- ان الصدقة لاتحل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- ”بے شک صدقہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال نہیں ہے۔“ (صحیح مسلم)

[4] اللہ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

(سورة الاحزاب، 33)



”اے اہل بیت نبی ﷺ، بس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے، اور تمہیں خوب پاک کر دے“

اسی لئے اللہ نے ان پر صدقہ حرام قرار دیا، کیونکہ یہ لوگوں کے مال و دولت کا میل کچیل ہوتا ہے۔ بعض سلف نے یہ کہا ہے۔

حب ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ایمان کی علامت ہے۔ ان دونوں سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔ مسانید و سنن میں روایت ہے کہ

[5] جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی جفا کی شکایت حضور ﷺ سے کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”خدا کی قسم! یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہو پائیں گے۔ جب تک کہ میری خاطر تم سے محبت نہ کریں۔“ (ترمذی، حدیث صحیح)

[6] صحیح حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ بے شک اللہ نے بنو اسماعیل کو منتخب کیا، اس سے بنو کنانہ کو چنا، اس سے قریش کو، اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا، بالآخر مجھے بنو ہاشم کا گل سرسبد بنایا۔

دور پر فتن

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے فتنوں کا آغاز ہوا اور امت کے ٹکڑے ہوئے۔

[1] ایک گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے لگا اور اس میں غلو کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف ہوئے۔ ان میں اہل شام کی اکثریت تھی۔ انہی میں وہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے اور ان کے خلاف بغض اگلتے۔

[2] دوسرا گروہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے لگا، یہ بھی حدودِ محبت پھیلا نکے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو گئے۔ ان میں اکثریت اہل عراق کی تھی، جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے اور انہیں گالیاں دیتے پھر یہ مخالفت شدت اختیار کر گئی، بڑھتے بڑھتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف بدزبانی کی، اس روز سے مسلمانوں کی مصیبت میں اضافہ ہوا۔



محبت کی اصل سنت

محبت کی اصل سنت یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سے اکٹھی محبت کرتے۔ اور ان دونوں پر ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھتے۔ اللہ نے انہیں خاص فضائل سے نوازا تھا۔ خداوند کریم نے اپنی کتاب میں، امت مسلمہ کو افتراق و انتشار سے منع فرمایا ہے۔ اور اسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان بنیادوں پر قائم ہوں کیونکہ سنت کی جڑ اور بنیاد علم اور عدل پر قائم ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہے۔

روافض نے جب صحابہ کرام پر سب و شتم شروع کی تو علماء، شاتم صحابہ کو سزا کا حکم دیتے۔ ان چیزوں کا ذکر ہم نے دوسرے مقام پر کر دیا ہے۔

یزید کے بارے میں

اس وقت کسی نے یزید کے بارے میں کوئی بات ہی نہیں کی، نہ اس کے متعلق بات کرنا کوئی دین کا مسئلہ تھا۔ یہ بھی حادثہ ہوا کہ کچھ لوگوں نے یزید پر بر ملا لعنت کی۔ اکثر اس کے ذریعے وہ دوسروں کو مطعون کرنے کا راستہ نکالتے تھے۔ پھر اکثر اہل سنت نے کسی شخص معین کی لعنت کو مکروہ کہا۔

دوسری طرف، سنی کہلانے والوں میں سے، یہ کہتے سنے گئے اور عقیدہ بنالیا کہ یزید کبار صالحین میں سے تھا، اور آئمہ ہدایت میں سے تھا۔

□ دونوں طرف کے غالی، ایک دوسرے کے مخالف سمت چل پڑے۔ کچھ کہتے: یزید کافر و زندیق تھا، کیونکہ اس نے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا۔ انصار صحابہ کو قتل کیا، ان کی اولادوں کو میدان حرہ میں کچل ڈالا، تاکہ وہ اپنے مقتول کافر آباء و اجداد کا انتقام لے۔ مثلاً اپنے نانا عقبہ بن ربیعہ، اپنے ماموں ولید بن مغیرہ وغیرہم۔ اس کے علانیہ شرابی ہونے اور کبار کے ارتکاب کا ذکر کرتے۔

فریق ثانی، نے عقیدہ گھڑ لیا کہ وہ امام عادل تھا، ہادی برحق تھا۔ صحابہ میں سے



تھا، یا اکابر صحابہ سے تھا۔ اور وہ اولیاء اللہ میں سے تھا۔ بعض بد بختوں نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ نبیوں میں سے تھا۔ اور کہنے لگے۔ جو یزید کے بارے میں شک کرے گا، اسے اللہ نارِ جہنم پر کھڑا کرے گا۔ شیخ حسن بن عدی سے روایات بیان کرتے کہ ایسا ایسا ولی اللہ تھا۔ شیخ ابن عدی کی طرف بہت جھوٹی روایات منسوب کیں۔ حالانکہ وہ ایسے نہیں تھے۔

طرفین کا غلو اور مبالغہ آمیزی

بے شک یزید، خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا۔ اس نے نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ وہ صحابہ میں سے نہ تھا۔ اور نہ وہ دین اور بھلائی کے کاموں میں مشہور تھا۔ صرف مسلم نوجوانوں میں سے تھا۔ کافر و بے دین بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کے ناچاہتے ہوئے حکمران بن بیٹھا۔ کچھ اس کے چاہنے والے بھی تھے۔ شجاعت و کرم اس میں تھی۔ مخالفین نے جو اس کی بدکاریاں اچھالی ہیں، وہ ایسا نہ تھا۔

اس کے دورِ حکومت کے حادثاتِ عظیمہ

پہلا حادثہ! حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ اس نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ نہ ان کے قتل پر خوش ہوا نہ ان کے دانتوں پر چھڑی ماری۔
نہ ان کا سر مبارک شام لے جایا گیا۔ [1] بلکہ قتل حسین رضی اللہ عنہ سے اس نے منع کیا تھا۔ عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر شمر نے ابھارا۔ ابن زیاد نے ظلم ڈھایا۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے تین (3) مطالبے کئے [2]

[1] مجھے یزید کے پاس جانے دو

[2] یا مجھے محاذِ جہاد پر جانے دو

[3] یا مکہ واپس جانے دو۔

[1] علامہ ابن کثیر رضی اللہ عنہ اپنے استاد، امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، یزید کے پاس بھیجا گیا کہ نہیں؟ ابن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دونوں باتوں میں سے زیادہ واضح یہی ہے کہ سر یزید کے ہاں بھیجا گیا تھا۔ اس پر کافی آثار وارد ہوئے ہیں۔

[2] ان مطالبات کا انکار عقبہ بن سمان کرتا ہے، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ساتھ ساتھ رہا۔ (خطبات سید ابوبکر غزنوی رضی اللہ عنہ) عقلاً بھی ایسی باتیں نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن نہیں۔



مگر انہوں نے کچھ نہ مانا۔ یہی کہا! اپنی گرفتاری پیش کریں۔ عمر بن سعد کو حکم دیا گیا کہ انہیں قتل کریں۔ انہوں نے مظلومانہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو کچل ڈالا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قتل مصائبِ عظیمہ سے ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ان سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بڑے ہی اسبابِ فتن سے ہے۔ ان دونوں کا قتل اللہ کے نزدیک مخلوق کے بدترین لوگوں کا کام ہے۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خاندان رضی اللہ عنہم یزید کے پاس پہنچا، تو ان کا اکرام کیا، اور انہیں مدینہ شریف پہنچایا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے ابن زیاد پر لعنت کی، ان کے قتل پر یہ کہا! میں قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بغیر اہل عراق کی اطاعت چاہتا تھا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ مزید فرماتے ہیں

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو برملا برا نہ کہا۔ نہ ان کا انتقام لیا۔ نہ ان کے خون کا بدلہ لیا۔ جو اس پر واجب تھا۔ اسی بنیاد پر اہل حق اسے ملامت کرتے ہیں کہ جو واجب کام تھا وہ چھوڑ دیا اور دیگر کاموں میں لگ گیا۔ مخالفین یزید کو مزید جھوٹ گھڑنے کا موقع مل گیا۔ دورِ یزید کا دوسرا حادثہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر مدینہ منورہ کے باشندوں نے یزید کی بیعت توڑ دی۔ (علم بغاوت بلند کیا) یزید کے مقرر کردہ سرکاری اہل کاروں کو مدینہ بدر کر دیا گیا۔ انہیں دبانے کے لئے یزید نے ان پر لشکر چڑھایا۔ انہیں حکم دیا کہ میری اطاعت قبول نہ کریں تو مسلح ہو کر شہر مدینہ میں گھس جانا۔ تین (3) دن تک حرمِ مدینہ آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس لشکر نے بے دریغ صحابہ و تابعین کا قتل عام کیا۔ ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ باعفت و عصمت کنواری لڑکیوں سے کھل کر بدکاریاں کیں۔



تیسرا حادثہ

(شہادت حسین رحمہ اللہ پر، اہل مکہ نے بھی بغاوت کر دی۔ مدینہ کی بربادی کے بعد) لشکر مکہ مکرمہ بھیجا اس نے شہر مکہ کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ جاری تھا کہ یزید مر گیا۔ یہ وہ ظلم کے پہاڑ تھے، جو یزید کے حکم سے ٹوٹے۔ لہذا اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ یزید کو گالیاں دیکر اپنی زبان گندی نہ کی جائے، اور نہ اس سے عشق و محبت کا اظہار کیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان

امام احمد رحمہ اللہ کے فرزند صالح نے اپنے والد سے پوچھا!

اباجی! لوگ کہتے ہیں کہ آپ یزید سے محبت رکھتے ہیں؟

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا! میرے بیٹے!

جو آدمی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، کیا وہ یزید سے محبت کرے گا؟

بیٹے نے پوچھا۔

پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

فرمایا: بیٹے!

کیا آپ نے اپنے باپ کو کسی پر بھی لعنت کرتے سنا ہے؟ (یعنی عظیم لوگ ادنیٰ کلام سے گریزاں ہوتے ہیں)

یزید سے روایتِ حدیث

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

کیا یزید بن معاویہ سے حدیث بیان کی جاسکتی ہے؟

فرمایا: نہیں۔ یہ معیارِ شرافت پر نہیں ہے۔ نیز فرمایا۔

”کیا یہ وہی یزید نہیں ہے جس نے اہل مدینہ کا وہ حشر کیا جو عبرت ناک ہے۔“

علمائے اسلام و آئمہ مسلمین کے نزدیک یزید دیگر بادشاہوں کی طرح بادشاہ تھا۔



وہ لوگ یزید سے، صالحین اور اولیاء اللہ کی طرح محبت نہیں کرتے تھے۔ نہ اسے گالیاں دیتے تھے۔ کیونکہ وہ آمنہ، کسی کا نام لیکر لعنت کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی روایت

عمر بن خطابؓ سے روایت ہے، ایک مہاشربی آدمی جسے لوگ ”گدھا“ کہہ کے پکارتے تھے۔ جب بھی نشہ کی حالت میں حضور ﷺ کے پاس لایا گیا، تو آپ ﷺ اسے سزا دیتے تھے۔ ایک آدمی نے اس پر لعنت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اسے لعنت نہ کر، یہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔

دوسرا گروہ علماء

اہل سنت کا ایک گروہ، یزید پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اس نے وہ ظلم عظیم برپا کیا، جس کی بنیاد پر وہ لعنت کا حقدار ہے۔

تیسرا گروہ عام

تیسرا گروہ، یزید سے محبت رکھتا ہے، بقول ان کے وہ مسلمان تھا اور عہد صحابہ میں حکمران بنا، صحابہ نے اس کی بیعت کی۔ ان کے خیال میں جو کچھ یزید کی طرف منسوب ہے، وہ درست نہیں ہے۔ اس میں خوبیاں بھی تھیں۔ یا جو کچھ اس نے کیا وہ اس کا اپنا اجتہاد تھا۔

امام ابن تیمیہؒ کا اپنا نظریہ

فرماتے ہیں:

درست بات وہ ہے جس پر آمنہ دین کا عقیدہ ہے، کہ نہ اس سے محبت کی جائے، نہ اس پر لعنت کی جائے۔ کیونکہ وہ فاسق تھا، ظالم تھا۔ اللہ فاسق و ظالم کو بھی بخش دیتا ہے۔ جبکہ اس نے کوئی عظیم نیکیاں کی ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ ام حرام کی روایت کہ



حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”قسططنینیہ پر پہلا لشکر جو چڑھائی کرے گا وہ بخشا جائے گا۔“
لہذا، پہلے لشکر کا امیر یزید تھا [1] اور اس کے ساتھ، حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ انصاری بھی تھے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی وضاحت

عدالت کی تعریف

عادل وہ شخص ہے جو فرائض و اوامر کی تعمیل کرتا ہو۔ منکرات و فواحش سے گریزاں

[1] 1- گذشتہ صفحات میں، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھ آئے ہیں کہ یزید، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوا۔ یعنی 26 یا 26ھ میں۔

2- ابوداؤد شریف کی صحیح حدیث نمبر 2509 میں ہے کہ پہلے لشکر قسططنینیہ کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن تھے، یہ 32ھ کی بات ہے۔ جبکہ یزید کی عمر اس وقت 6 یا 7 سال تھی۔ لہذا یہ محال ہے۔

3- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”قلت؟ و كانت غزوة يزيد المذكورة في سنة اثنين و خمسين من الهجرة“ میں کہتا ہوں: مذکورہ غزوہ یزید 52ھ میں ہوا تھا، اس میں حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ انصاری نے وفات پائی تھی۔ (کتاب الجہاد، فتح الباری جلد 6، ص 126)

4- علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے تمام ثقہ راویوں کے ذریعے، بیان کیا کہ نوفل بن ابی عقرب نے کہا: میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (خلیفہ راشد) کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کو، ”امیر المؤمنین کہہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا۔ تو یزید کو ”امیر المؤمنین“ کہتا ہے؟ پھر خلیفہ نے حکم دیا، تو اسے 20 کوڑے سزا کے طور پر لگائے گئے۔ (تہذیب التہذیب، جلد 11، ص 361)

5- ”لیست له رواية تعتمد“ یزید کی کوئی روایت قابل اعتقاد نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

6- علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے، اس موضوع پر مستقل کتاب لکھ ڈالی، جب کسی نے ”فضائل یزید“ کتاب لکھی تھی۔ ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے ”الردُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَيْنِيْدِ الْمَانِعِ مِنْ دَمِّ يَزِيْدٍ“ یعنی اس متعصب سرکش کا رد، جو یزید کی مذمت سے روکتا ہے۔

7- امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: قال فی یزید، مقدوح فی العدالة، لیس باهل ان یروی عنه، یعنی یزید اپنی عدالت میں، مطعون ہے۔ وہ اس اہل نہیں ہے کہ اس سے حدیث، روایت کی جائے۔ (میران الاعتدال چہارم)

8- عدالت کیا ہے؟ ڈاکٹر محمود طمان لکھتے ہیں: اجمع الجماهير من ائمة الحديث والفقه انه يشترط فی الراوی شرطان اساسیان هما (1) العدالة - ان یکون الراوی؟ مسلما۔ بالغا۔ عاقلا۔ سلیمما من اسباب الفسق۔ (2) الضبط: ان یکون الراوی، غیر مخالف للثقات - ولا سعی الحفظ۔ ولا فاحش الغلط۔ ولا مغفلا۔۔۔ انج

حدیث وفقہ کے جمہور امام اس بات پر متفق ہیں کہ راوی کی روایت، قبول کرنے کیلئے دو بنیادی شرائط پوری ہوں۔ (1) عدالت۔ کہ راوی مسلم ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، اسباب فسق سے محفوظ ہو۔ (2) ضبط، کہ راوی ثقات کے مخالف نہ ہو، کمزور حافظے والا یا فاش غلط کار نہ ہو، عاقل نہ ہو۔ جس آدمی میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں وہ دین میں عادل، اور روایت حدیث میں صادق کہلائے کا مستحق ہے۔ (الکفایۃ بحوالہ علوم الحدیث 167)

رہتا ہو۔ افعال و معاملات میں حق کا طالب ہو۔ غیر شرعی و غیر اخلاقی امور سے بچنے والا ہو۔

تاریخ دانوں کو چھوڑیں، صرف محدثین سے پوچھیں

مؤرخین کا وہ معیار بلند نہیں ہے، جو محدثین کا ہے۔ کیونکہ یہ گروہ حدیث، رجال و اسناد کو خوب چھان پھنک کر پھر روایت بیان کرتے ہیں۔ سارا ذخیرہ حدیث ہمیں انہی ماہرین حدیث کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ ان عظیم الشان خادمان حدیث نے یزید سے کوئی حدیث قبول نہیں کی۔ ساری کتب ستہ اس سے خالی ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہ اموی معیار مطلوب پر نہ تھا۔ حالانکہ وہ صحابی رسول ﷺ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کا بیٹا تھا۔ اصطلاحاً تابعین کے دور کا تھا۔ جب سینکڑوں تابعین کی روایات ملتی ہیں تو اس کی کوئی روایت کیوں نہیں ملتی؟

□ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہہ دیا کہ اس کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں۔

□ ابن جوزیؒ نے مذمت یزید پر کتاب لکھ ڈالی۔

□ امام ذہبیؒ نے کہا کہ اس میں عدالت نہ تھی۔

□ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے ”امیر المومنین“ کہنے والے کو 20

کوڑے لگوائے۔ (شرح تراجم بخاری، 235)

□ ابن تیمیہؒ نے کہا کہ وہ فاسق اور ظالم تھا۔

□ برصغیر کے بابائے علماء، حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی یزید پر مغفرت والی روایت

منطبق نہیں کرتے۔

حدیث رسول اور محدثین کی نگاہ میں وہ قابل حجت نہیں ہے۔ اس پر تفصیلی طور پر پھر

ان شاء اللہ قدرت نے توفیق دی تو لکھیں گے۔ ابھی امام ابن تیمیہؒ کے مکمل خیالات پیش کر کے ان کا نچوڑ دیکھنا ہے کہ کیا نکلتا ہے۔ کیونکہ امام موصوف کی ایک آدھ بات نقل کر کے اپنا اپنا مطلب نکالنے کی ہر گروہ کوشش کرتا ہے۔



”یزید“ نام پر مغالطہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

بعض لوگوں کو یزید بن معاویہ اور اس کے چچا یزید بن ابی سفیان رحمہ اللہ سے مغالطہ لگ جاتا ہے۔ یزید بن ابی سفیان صحابہ میں سے تھے اور وہ بہتر صحابہ سے تھے بلکہ اپنے سارے خاندان آل حرب میں بہتر تھے۔ صحیح بخاری حدیث رقم 6411 باب (الموعظة ساعة بعد ساعة) میں یزید بن معاویہ کا ذکر ہے جس سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے حالانکہ یہ یزید بن معاویہ النخعی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم باب (الاقتصاد فی الموعظة) بھی ہے۔ یزید بن معاویہ النخعی حضرت عثمان رحمہ اللہ کے عہد میں غزوہ فارس میں شہید ہوئے۔

(فتح الباری، تہذیب التہذیب جلد 11 ص 360، حدیث 696)

فتوح شام میں جن امراء کو حضرت ابو بکر رحمہ اللہ نے بھیجا تھا ان میں سے ایک تھے۔ انہیں رخصت کرتے وقت خلیفہ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور وصیتیں کرتے جاتے تھے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ پیدل چل رہے ہیں میں گھوڑے پر سوار ہوں، اچھا نہیں لگتا۔ یا آپ میرے ساتھ سوار ہوں، یا میں بھی نیچے اتر آتا ہوں۔ حضرت ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا! نہ میں سوار ہوں گا، نہ آپ اتریں گے۔ میں چند قدم راہ خدا میں پیدل چل کر ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

یہی یزید بن ابی سفیان فتوح شام کے بعد خلافت عمر رحمہ اللہ میں فوت ہوئے تو حضرت عمر رحمہ اللہ نے ان کے بھائی معاویہ رحمہ اللہ بن ابی سفیان کو، امیر شام بنایا۔ ان کا بیٹا یزید بن معاویہ خلافت عثمانیہ میں پیدا ہوا۔

راہ اعتدال

توازن و اعتدال واجب ہے، ذکر یزید کے بارے میں۔ اس کے ذریعے مسلمانوں کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہئے یہ بات بدعت ہے اہل سنہ کے نزدیک۔ کیونکہ اسی سبب سے بعض



جاہلوں نے اعتقاد بنالیا ہے کہ یزید صحابی تھا یا اکابر صالحین میں سے تھا۔ اور عادل حکمرانوں میں سے تھا۔ یہ سب کھلی ہوئی غلطی ہے۔ (فصل ص 250 تا 255، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد 3)

(منگول) مغل بولائی خان سے مکالمہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

چنگیز یوں کے فتنہ عظیم پر جب وہ دمشق پہنچے تو بولائی خان سے میری گفتگو ہوئی اس

نے پوچھا!

تم یزید کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

میں نے کہا:

نہ ہم اس کو گالی دیتے ہیں، نہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ صالح آدمی نہ تھا جو ہم اس سے محبت کریں۔ ہمارا یہ طریقہ بھی نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی کا نام لیکر برا کہیں۔ اس نے پوچھا:

کیا تم اس پر لعنت نہیں کرتے؟ کیا وہ ظالم نہیں تھا؟ کیا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا؟ میں نے کہا۔

ہم جب ظالموں کا ذکر کرتے ہیں! جیسے حجاج بن یوسف اور ایسے ہی دیگر ظالموں کا، تو ہم ویسے ہی کہتے ہیں، جیسے اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (ہود، 18)

”سنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر“

نہ کسی کا خاص نام لیکر لعنت کرتے ہیں۔ اگرچہ کچھ علماء نے اس پر لعنت بھی کی ہے۔ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔ لیکن ہمیں وہ قول مناسب لگتا ہے۔ رہا دوسرا سوال؟

تو جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، یا ان کے قتل میں تعاون کیا، یا ان کے قتل پر خوش ہوا، اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اور سب لوگوں کی لعنت ہو! اللہ اس کی فرضی اور نقلی عبادات میں سے کچھ بھی قبول نہ فرمائے۔

بولائی خان نے پوچھا!



کیا تم اہل بیت سے محبت نہیں کرتے؟

میں نے کہا۔

ہمارے نزدیک ان کی محبت فرض ہے، واجب ہے، اس پر اجر دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک صحیح مسلم کی حدیث ثابت ہے۔ زید بن ارقم نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم پر خطبہ ارشاد فرمایا!

”لوگو! میں تم میں، دو نہایت بھاری اور قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب ہے۔ پھر فرمایا دوسری چیز! میری عمرت، میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ دو (2) دفعہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ میں نے بولائی سے کہا:

ہم روزانہ اپنی نماز میں درود شریف پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسے رحمت فرمائی تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر تو یقیناً تعریف اور بزرگی کے لائق ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو تعریف اور بزرگی کے لائق ہے۔

بولائی نے پوچھا!

اہل بیت سے بغض کون رکھتا ہے؟

میں نے کہا!

جو ان سے بغض رکھے، اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی



لعنت ہو۔ اللہ اس کی فرضی اور نقلی کوئی عبادت قبول نہ کرے۔

پھر میں نے مغل وزیر سے پوچھا! یہ بولائی مجھ سے یزید کے بارے میں کیوں پوچھتا رہا، جبکہ یہ خود تاتاری ہے۔ اس نے بتایا کہ دراصل لوگوں نے اسے خبر دی کہ اہل دمشق ناصبی (دشمنان اہل بیت) ہیں۔
میں نے با آواز بلند کہا:

جس نے یہ کہا وہ جھوٹ بکتا ہے۔ جس نے یہ کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو! خدا کی قسم! اب اہل دمشق میں کوئی ناصبی نہیں ہے۔ آج اگر کوئی دمشق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرے تو مسلمان اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ پرانے زمانے کی بات تھی، جب بنو امیہ علاقوں میں حکمران تھے۔ بنو امیہ میں سے کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتے تھے اور انہیں گالیاں دیتے تھے۔ لیکن آج ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچا ہے۔
(فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد دوم، 558)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقصد شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں
تین نظریے

تالیف

فیضانِ اشراق عبد اللہ دانش حفظہ اللہ

خطیب مسجد البدر نیویارک

مکتبہ المدینہ لاہور

فیصل آباد پاکستان



مقصد شہادت حسینؑ

عصر حاضر میں روافض و نواصب کے غلو نے، ایسے لا طائل مباحث میں امت کو الجھا کے رکھ دیا ہے کہ آج بحث یہاں تک زبان زد عام ہے کہ حسینؑ بر سر حق تھے یا یزید؟ اور ان بحثوں کی گرد و غبار میں مقصد شہادت کی طرف سے توجہ ہی ہٹ کے رہ گئی ہے۔ یہ طریق بحث نہ اہل سنت کو زیب دیتا ہے نہ اہل تشیع کو۔ مورخین پر طعن و تشنیع تک صبر نہیں ہوتا، بڑھ کر اکابر امت کی پگڑیاں اچھال کر تسکین قلب کرتے ہیں، یہ کوئی خدمت اسلام ہے؟ اکثر عوام الناس جو ان بحثوں میں لطف محسوس کرتے ہیں ان میں سے کتنے ہیں جو پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے والے ہیں، کتنے ہیں جو شریعت محمدیؐ کے پابند ہیں کتنے ہیں جو بوقت سحر حضور حقؐ میں اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، کتنے ہیں، جو حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں، کتنے ہیں جو اسوہ پیغمبرؐ کے مطابق زندگی گزارنے کی فکر میں ہیں، کتنے ہیں جو کتاب الہی سے روزانہ اپنے دل کی صفائی کرتے ہیں۔ کتنے ہیں جو حدود اسلام کے اندر رہنا پسند کرتے ہیں، کتنے ہیں جو دین خدا کو دنیا میں غالب کرنے والے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کیا خوب لکھا ہے، واقعہ کربلا کے بعد خاندان نبوت نے اسلامی انقلاب کی ہمیشہ کوششیں جاری رکھیں۔ حسینؑ کے بعد ان کے پوتے زید بن علی بن حسینؑ نے ہشام بن عبدالملک کے مقابلہ میں علم جہاد بلند کیا۔ اور 122ھ میں مصلوب و شہید ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے انہیں دس ہزار (10000) درہم بھیجے اور خود حاضر نہ ہو سکنے کی معذرت بھیجی۔ ان کے بعد بنی حسن سے حضرت محمد ذوالنفس الذکیۃ نے مدینہ طیبہ، اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ امام مالکؒ اور ابوحنیفہؒ ان کی حمایت میں تھے۔

مورخین اسلام میں متاخرین میں سے، علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی شہرہ آفاق



کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں ساٹھ (60) سے زائد صفحات رقم کئے ہیں۔ احوال حسینؑ پر، ایک طرف لکھتے ہیں۔

ولقد بالغ الشيعة في يوم عاشوراء فوضعوا احاديث
كثيرة كذبا فاحشا

”یوم عاشوراء میں شیعہ نے بہت مبالغہ کیا ہے۔ کتنی ہی جھوٹی
احادیث گھڑ ڈالیں۔“
دوسری طرف ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب
من اهل الشام

شام کے ناصبیوں نے روافض و شیعہ کے برعکس یہ کیا کہ عاشوراء کے
روز انہیں چڑانے کیلئے دانے پکاتے ہیں، غسل کرتے ہیں، خوشبو
لگاتے، فاخرہ لباس پہنتے ہیں، عید کا دن مناتے ہیں، طرح طرح کے
کھانے بناتے ہیں، خوشی اور مسرت کے مظاہرے کرتے ہیں۔
ابن کثیرؒ بحث کو سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”فكل مسلم ينبغي له ان يحزنه قتله ﷺ، فانه من
سادات المسلمين، وعلماء الصحابة، ابن بنت رسول
الله ﷺ التي هي افضل بناء، وقد كان عابدا وشجاعا
وسخيا، ولكن لا يحسن مايفعله الشيعة من اظهار
الجزع والحزن الذي لعل اكثره تصنع ورياء“

”ہر مسلمان کو قتل حسینؑ کا غم کھانا زیب دیتا ہے، کیونکہ وہ سادات
مسلمین سے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے علماء میں سے تھے۔ بنت
رسول ﷺ کے فرزند تھے۔ وہ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔ لیکن یہ
اظہار غم شیعہ کی طرح جزع و فزع والا نہ ہو، وہ اکثر تصنع اور ریا ہے۔“



حقیقت یہ ہے کہ علیؑ، حسینؑ سے افضل تھے وہ بھی شہید ہوئے مگر علیؑ کا ماتم نہیں ہوتا۔ اسی طرح عثمانؑ، علیؑ سے افضل تھے اہلسنت کے نزدیک۔ اپنے گھر میں محصور قتل ہوئے، ان کا بھی ماتم نہیں ہوتا، ایسے ہی عمرؑ، عثمانؑ، علیؑ سے افضل تھے۔ نماز فجر پڑھاتے ہوئے تلاوت قرآن کے دوران محراب مسجد نبویؐ میں شہید ہوئے۔ ان کا بھی ماتم نہیں ہوتا۔

اسی طرح صدیق اکبرؑ ان سے افضل تھے، ان کا بھی ماتم نہیں ہوتا، ان کے یوم وفات پر۔ اور رسول اللہ ﷺ تو ساری مخلوق انسانی کے سربراہ ہیں، دنیا و آخرت میں۔ کسی نے حضور ﷺ کے یوم وفات کو ماتم کا دن قرار نہ دیا۔ یہ تھے علامہ ابن کثیرؒ کے خیالات۔ کس قدر توازن ہے روافض و نواصب کے غلو میں۔ جد العلماء فی الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی، ایسے مبالغوں اور غلو سے یوں برأت کا اعلان فرماتے ہیں۔

”مذہبنا ما بین الغالی والجانی“

ہمارا مذہب افراط و تفریط کے درمیان میں ہے۔

یہ بحثیں کہ تاریخ میں شیعوں کا زیادہ ہاتھ ہے۔ اس بنیاد پر عظمت حسینؑ کو رد کرنا انصاف نہیں ہے۔ آئمہ اربعہ کے مقلدین ذرا غور کریں کہ چاروں اماموں کی ہمدردیاں وقت کے جابر حکمرانوں کے ساتھ کبھی نہ ہونیں۔ بلکہ ان کے دل بھی اہل بیت کی محبتوں سے سرشار تھے۔ غیر مقلد حضرات غور فرمائیں کہ محدثین نے اپنی کتب حدیث میں یہ باب باندھے۔ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ مشکوٰۃ، باب مناقب الحسن و الحسینؑ (بخاری، باب فضائل الحسن و الحسین) (صحیح مسلم) وغیرہ (ذکر)

یہ تو ماہرین حدیث کی عقیدت ہے اہل بیت کے ساتھ کہ خصوصی طور پر فضائل و مناقب کے سرعنوان مقرر کئے۔ کیا یہ بھی تاریخی کمزور روایات ہیں۔ کتب ستہ سے بڑھ کر معیار صحت کس کا ہے؟ کیوں ان معتبر کتب کی روایات کو شیعہ کے خلاف اندھے جوش میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور حضرت حسینؑ کے کردار کو مخ کرنے کی کوشش کہاں پہنچا کے چھوڑے گی۔ شہادت حسینؑ پر عظیم الشان صحابہ کرام دل فگار تھے۔ جو صحابہ ہمدردی سے انہیں مکہ میں



روک رہے تھے کہ نہ جائیں کوفہ، وہی صحابہ بعد از شہادت حسینؑ کیا کہتے ہیں۔
صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابو نعیم نے سنا جبکہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی عراقی
نے پوچھا کہ احرام والا شخص مکھی مارے تو گناہ ہے؟ فرمایا۔ عراقیوں نے حضرت حسینؑ
کا خون ناحق کیا اور اب قتل ذباب کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔

وقد قال رسول الله ﷺ هما ريحانتي من الدنيا۔
حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا، وہ دونوں (حسن و حسین) اس دنیا
سے میرے پھولوں کے گلدستے ہیں کیا یہ روایت بھی محل نظر ہے؟
جامع ترمذی کی روایت ہے۔

ان رسول لله ”ابصر حسنا و حسينا فقال ، اللهم اني
احبهما فاحبهما“ (حدیث حسن و صحیح)
حضور ﷺ نے حسن و حسین کو دیکھا تو دعا کی۔ الہی میں ان دونوں
سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔“
کیا یہ روایت بھی ناقابل اعتبار ہے۔ کتنی صحیح احادیث کا قتل کر کے ہی، کردار
حسینؑ مسخ ہو سکتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے، حسینؑ کو
آتے دیکھا تو فرمایا۔

هذا احب اهل الارض الى اهل السماء
”یہ شخص آسمان والوں کو ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔“
امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی کے وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی،
انہیں روکنے والوں میں تھے۔ کیا انہیں یہ خیال تھا کہ حسینؑ غلط جا رہے ہیں۔ اس خیال
کا جواب البدایہ و النہایہ میں یہ ہے۔

جب ابن زبیرؓ کو قتل حسینؑ کی خبر پہنچی تو لوگوں میں امام کی حمایت کے
خطابات شروع کر دیے ”ويعظم قتل الحسين واصحابه، جدا“، قتل حسینؑ



کی زبردست تعظیم کرتے اور آپ کے جانثاروں کی عظمت بتاتے۔ اہل کوفہ پر نفرتیں بھیجتے جو انہوں نے حسینؑ کی رسوائی کی۔ حضرت حسینؑ پر ترس کھاتے اور قاتل حسین کو لعنتی کہتے اور فرماتے: ”خدا کی قسم رات کو طویل قیام کرنے والے، اکثر دنوں کے روزے دار کو انہوں نے قتل کیا۔“ یہ سب شواہد معیار ہیں اور منہ بولتا ثبوت ہیں کہ حسینؑ نہ حق کے باغی تھے نہ بزدل تھے۔ بلکہ خلافت علی منہاج النبوة کی گاڑی ملوکیت سے ہٹا کر پھر اسی پٹری پر لانا چاہتے تھے جس پر حضور ﷺ نے اسے چھوڑا تھا اگر نظام باطل کے سامنے ڈٹ جانا جرم ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے کیوں نہ ابو جعفر منصور کا پیش کردہ منصب قضاۃ قبول کیا۔ کیوں تازیانوں کی سزا سہتے رہے؟ امامؒ جانتے تھے کہ ایسی حکومت کے بڑے عہدے قبول کرنا جو غیر اسلامی ہو۔ اس کے مترادف ہے کہ اس کے تمام مظالم کو حق بجانب ٹھہرایا جائے۔ آپ کے تقرر سے، ساری غیر اسلامی فضائح ٹھہرتی تھیں اور حکومت وقت کہہ سکتی تھی کہ اگر ہماری حکومت غیر آئینی یا غیر اسلامی ہوتی تو امام ابوحنیفہؒ اس میں اتنے بڑے منصب پر کیوں فائز ہوتے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی سزاؤں کا واقعہ یاد کرتے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتیں۔ اگر نظام باطل کے سامنے جھکنا روا ہوتا تو (امام مدینہ) امام مالکؒ، والی مدینہ جعفر سے، جبری طلاق کے ناروا کہنے پر، ستر (70) کوڑے پیٹھ پر نہ کھاتے اور نہ اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اترواتے، نہ گدھے پر سوار کر کے گلی گلی رسوا کئے جاتے۔

اگر باطل حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری تھا تو امام احمد بن حنبلؒ مامون الرشید کے دربار شاہی میں چونتیس (34) کوڑے کیوں کھاتے، اٹھائیس (28) ہفتے کی قید کیوں کر قبول کرتے۔ اگر برائے نام مسلم حکمرانوں کی اطاعت ضروری تھی تو علامہ ابن تیمیہؒ اندھے کنوئیں کی اسیری کیوں برداشت کرتے؟ اگر نام نہاد مسلم حکمرانوں کی اطاعت واجب تھی تو رئیس المحدثین امام بخاریؒ شاہ بخارا کے ہاتھوں جلا وطنی کے دکھ کیوں کر سہتے؟ کبھی حاکم نیشاپور کا جبر و استبداد برداشت کیا۔ جگہ جگہ مسلم حکمرانوں نے جب پریشان کیا تو ایک روز بے ساختہ زبان سے دعا نکلی۔



”الہی تیری زمین وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہو گئی ہے۔ اس لئے اب مجھے اپنے ہاں بلا لے۔“

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی)

انہیں عظیم الشان اماموں کے نقش قدم پر چلنے والا، ہماری اس صدی کا سپوت، آل رسول ﷺ ہی سے، 1953ء میں پھانسی کی کال کوٹھڑی تک پہنچایا گیا۔ قصور اس کا بھی وہی تھا کہ ہماری بیعت کیوں نہیں کرتے۔ تمہیں جرات کیسے ہوئی ہے ہماری بے دینی پر زبان کھولنے کی؟ لیکن سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان نبوت کی لاج رکھ لی۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”موت اور زندگی کے فیصلے زمین پر نہیں آسمان پر ہوتے ہیں۔“

جو لوگ اسلام میں ملوکیت کے علمبردار بنے، ان کا کوئی ماضی نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ دنیا طلبی کی خاطر ملوکیت کے آگے سر تسلیم خم کر گئے کچھ عزیمت و جرات سے گھبرا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ کچھ بزدل نکلے۔ اسی قحط الرجالی پر اقبال کف افسوس ملتے ہیں۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں

گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

یہاں حجاز سے مراد صرف سعودی عرب نہیں ہے۔ بلکہ قافلہ حجاز سے مراد پوری امت مسلمہ ہے جو خواب غفلت میں مدہوش ہے۔ ملت کی طویل نیند کے باوجود عصر حاضر میں دنیا کے گوشے گوشے سے بیداری ملت کی لہریں ابھر رہی ہیں۔ اور شہیدوں کے گرم و نرم لہو سے چمن میں روٹھی ہوئی بہار آنے کو ہے۔ انشاء اللہ، لہذا خوش نصیب ہے وہ جو راہ حق میں تڑپایا گیا۔ اسی تڑپ سے باد بہاری چلے گی اور غلبہ اسلام ہوگا۔ بے نصیب ہوں گے وہ لوگ جو معرکہ فرعون و کلیم میں جانبدار بن کر تماشہ دیکھیں گے۔

بلائی ہیں موجیں کہ طوفاں سے کھیلو

کہاں تک چلو گے کنارے کنارے



شہادت حسینؑ کے بارے میں تین نظریے

[1] ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کا خروج خلافِ حق تھا اور یزید حقیقی امیر تھا اس کی بیعت کرنا بھی شرعاً ضروری تھا۔ اس سلسلے میں اس گروہ نے کچھ کتابچے بھی شائع کئے اور یزید کی مدافعت پر اتنا زور صرف کیا کہ اسے رحمۃ اللہ علیہ کے درجے تک پہنچایا بلکہ اسکی فضیلت پر حدیثِ قططینہ کو کھینچ تان کر اس پر منطبق کیا۔ اس گروہ کی اگر آپ گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ گروہ ہر دور میں ملوکیت کا حامی رہا۔ ہر قسم کے برے اور ظالم حکمرانوں کا معاون رہا۔ یعنی جاہ پرستی کی تمنا میں مذہبی لبادہ اوڑھ کر جبر و استبداد کے پنجے مضبوط کرنا اس کا کام رہا۔ شاہی درباروں میں یہ طبقہ پیش پیش رہا۔ یہ لوگ راہِ عزیمت سے گریزاں، عافیت کوش اور فساد و فجار حکمرانوں کے مدح خوان رہے۔ جبکہ یہ راستہ اہل حق کا نہ تھا چاروں جلیل القدر آئمہ کا کردار اس کے برعکس ہے۔ ان عظیم بزرگوں نے وقت کے جبر سے کوئی مصالحت نہ کی بلکہ اس کی مخالفت کر کے تختہ مشق ستم بنائے گئے۔ امام ابوحنیفہؒ کو جب سزائیں دی جا رہی تھیں تو کتنے علماء ان کے ساتھ تھے؟ بہت سارے درباری ملا تھے اور باقی کم ہمت چپ سادھ گئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی سزاؤں کو یاد کر کے امام احمد بن حنبلؒ کی آنکھیں آنسو گراتی تھیں۔ امام مالکؒ کو والی مدینہ جعفر کے حکم پر ستر (70) کوڑے لگائے گئے اور آپؒ کے بازو شانوں سے اکھڑ وائے گئے۔ کتنے علماء امام مدینہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر سزا پاتے رہے؟ اکثر درباری ملوکیت کے مزے لوٹتے رہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کو مامون الرشید کے دربار شاہی میں چونتیس (34) کوڑے مارے گئے اور اٹھائیس (28) ہفتے جیل میں بند رہے۔ کتنے علماء وقت امام کے ہمراہ سزا پاتے رہے؟ سب رفتہ رفتہ کھسک گئے۔ کیا ان اماموں کے زمانے میں حکمران غیر مسلم تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یزید کی طرح ہی نظامِ مملکت چلانے والے تھے۔ پھر کیوں آئمہ دین نے وقت کے مسلم حکمرانوں کے ہاتھ پر بیعت نہ کی؟ آئمہ برحق کی سیرتیں اس بات کا کھلا



ثبوت ہیں کہ راستہ حسینؑ والا ہی درست ہے نہ کہ یزید والا۔

[2] گروہ ثانی کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت پر سوگ منایا جائے، ماتم کیا جائے، حالانکہ میت پر نو ح خوانی سے شریعت نے منع کیا تھا۔ مگر اس گروہ کے نزدیک سوز خوانی ایک ثواب ہے۔ نقلی دلائل سے ہٹ کر اگر عقلاً بھی دیکھا جائے تو نو ح و شیون بزدلی کی علامت ہیں نہ کہ بہادری اور شجاعت کی۔ اسی لئے امام خمینیؒ نے تعزیہ کے جلوسوں پر پابندی لگائی تھی ان کی زندگی میں پہلا تعزیتی جلوس ایران میں کچھ عزا داروں نے نکالا تو پاسداران نے جلوس پر لاٹھی چارج کر کے جلوس کو منتشر کیا تھا دنیا بھر میں شیعہ کا مرکز ایران ہے مگر وہ شیعہ صاحب علم ہیں اور برصغیر کے شیعوں کو وہ شیعہ نہیں مانتے بلکہ وہ انہیں عزا دار کہتے ہیں۔ ایرانی شیعہ برصغیر کے عزا داروں کو بدعتی قرار دیتے ہیں۔ خیر، اس گروہ دوم کا نظریہ بھی کوئی عظیم نظریہ نہیں ہے۔ حالانکہ شہادت حسینؑ نام ہے حق کی خاطر اپنی جان پر کھیل جانے کا۔ مگر برصغیر کے اکثر لوگ اس نظریے کے حامل، گروہ اول کی طرح جاہ پرست حکومتوں کے دلدادہ، حکمرانوں کے گرویدہ، ہر حکومت میں گھسے ہوئے نظر آئیں گے۔ الا ماشاء اللہ

[3] تیسرا گروہ وہ ہے جو شہادت حسینؑ کو اپنے لئے آئیڈیل تصور کرتا ہے، جیسا کہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

یہ گروہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور اس گروہ نے کبھی وقت کے جبر سے مصالحانہ رویہ اختیار نہیں کیا۔ وہ اپنے اپنے دور کے فرعونوں، نمرودوں سے ٹکرائے اور حق پرستی کی پاداش میں ہر ظلم کا نشانہ بنے۔ امام حسینؑ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ اور عصر حاضر کے امام ابوالاعلیٰ المودودیؒ، امام حسن البناؒ شہیدؒ، اس قسم کے دیگر زعمائے امت ساری ملت اسلامیہ کیلئے مشعل راہ ہیں۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے اگر تاریخ اسلامی کا تجزیہ کیا جائے تو یہی تیسرا گروہ برسر حق محسوس ہوتا ہے۔ وہ علماء جو آزمائش کے وقت باطل سے صلح کر لیں یا قیقہ کر لیں یا جیلوں میں معافی

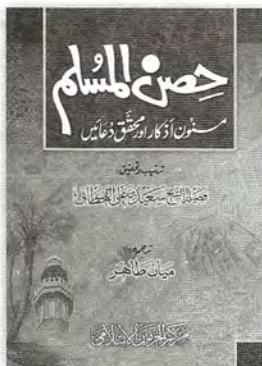
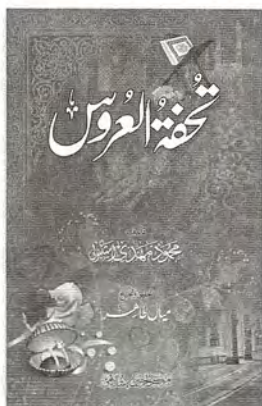
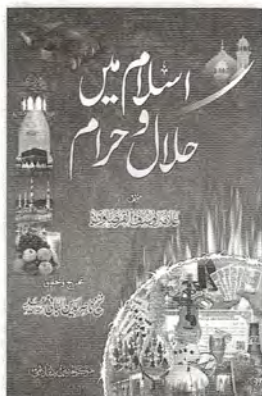


نامے لکھ کر رہائی پا جائیں، کبھی آئمہ اسلام کے راستہ پر نہیں ہو سکتے۔ پوری تاریخ گواہ ہے کہ جن آئمہ نے راہ حق میں سختیاں برداشت کیں انہی کا نام روشن ہے اور جو حکومتوں سے مل گئے ان کا کوئی نام نہیں ہے۔ اس لئے شہادت حسینؑ میں پہلے دو گروہوں کے خیالات دلیل کم نظری و کم ہمتی ہیں اور گروہ ثالث کا کردار ہی خلافت علی منہاج النبوت کا علمبردار ہے۔ نرا چند مذہبی مراسم کے ادا کرتے رہنے سے اسلامی انقلاب کی توقع عبث ہے اس لئے بلند ہمتی شیوہ مومن ہے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
(اقبال)

نہ اس زمانے کے یزید نے نمازوں سے کسی کو روکا تھا نہ آج کے یزیدی حکمران کسی کو نماز سے روکتے ہیں۔ بس ان پر بھاری ہے تو کلمہ توحید ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ یہ نہیں چاہتے کہ کرسی اقتدار سے اتر کر نیچے بیٹھیں اور کلمہ کو کرسی پر بٹھائیں۔ یہ کلمہ کی حکمرانی کے بجائے اپنی حکمرانی چاہتے ہیں۔ زبان سے تو کلمہ پڑھتے ہیں مگر دل سے کلمہ سے نفرت کرتے ہیں۔ ان سے بڑا مشرک کون ہوگا؟ ان سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ ان سے بڑا بدعتی اور کون ہوگا؟ ان ظالموں سے ٹکرانا حسینیت ہے۔ ان ظالموں سے مل جانا یزیدیت ہے۔ وہ لوگ کوتاہ اندیش ہیں جو چھوٹے درجے کے شرک و بدعت پر جھگڑتے ہیں اور اس بڑے شرک و بدعت کے خلاف حرکت نہیں کرتے کیونکہ وہ زیادہ زور آور ہے۔ اس کے ہاتھ میں اقتدار ہے، جیلیں ہیں، کوڑے ہیں، جرمانے ہیں، طرح طرح کی سزائیں ہیں۔ ادھر کا رخ وہی کرے جو حسینؑ کا سا حوصلہ رکھتا ہو جو آئمہ دین کی سی عزیمت رکھتا ہو۔

ہماری مفید اور علمی کتب



تعارف مسجد البدر

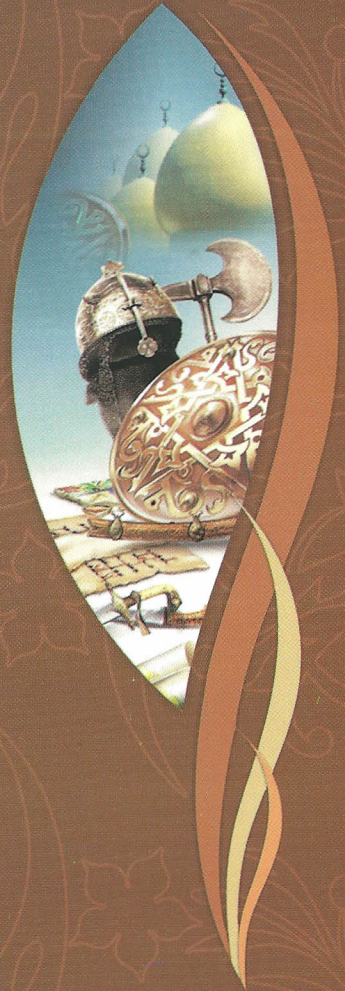
فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش نے 7 نومبر 1996ء میں ہاتھ ایونیو برکلیٹن میں کرائے پر جگہ حاصل کی، 1 ماہ کا پیشگی کرایہ اور 2 ماہ کی سکیورٹی یعنی 4500 ڈالر خود نقد ادا کر کے لیز پر حاصل کی، قریباً 12 سال کرائے کی جگہ پر مسجد کا نظام چلایا، پھر اللہ کی توفیق سے جولائی 2008ء میں اسی روڈ پر ایک غیر مسلم اطالوی سے بغیر سود 9 لاکھ ڈالر میں 34x80 فٹ پر بنی ہوئی عمارت خرید لی، جسے زندہ دلان مسلم نوجوانوں نے ایک ڈیڑہ ماہ کے اندر اندر مسجد کی شکل میں ڈھال دیا۔

اللہ انہیں جزائے عظیم سے نوازے، آمین

29 اگست 2008ء نئی جگہ پر افتتاحی خطبہ جمعہ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش نے خود پیش کیا (الحمد للہ)، اب تک دو تہائی رقم ادا ہو چکی ہے جبکہ ایک تہائی باقی آئندہ سوا سال میں ادا کرنی ہے۔

مسجد البدر کا طرۃ امتیاز یہ ہے کہ مسلکوں (گروہ بندیوں) کی باہمی کشاکش سے پاک و صاف نیز مسلکوں کے باہمی اختلافات کی بجائے خالص اسلام کی کتابیں اُردو اور انگلش زبان میں وافر مقدار میں موجود ہیں جو مسلم و غیر مسلم افراد کو پیش کی جاتی ہیں۔

مئی 2012ء



MARKAZ
Al-Harmain-ul-Islami

Cell: +92-314-3010777

info@alharmain.org

www.alharmain.org

www.youtube.com/alharmain